

ماہنامہ از فضل خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر توبت را بردند خست نام

ختم شد بر نفس پاکش ہر مال
لاجرم شد ختم ہر سنیہ کس

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

ہم تو رکعتیں مسلمانوں کا ہیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شکر اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقت کیا کرے اگر کا وقت
میں آتا کوئی دور ہی آیا ہوتا

سالانہ چندہ
ایک روپے
تیرہ روپے
دو سو روپے (مقررہ)

نام مدیر
مولانا رفیع کھوسو

بروز جمعہ ۲۳ جولائی ۱۹۸۲ء
پیر جمعہ ۲۴ جولائی ۱۹۸۲ء
منگل جمعہ ۲۵ جولائی ۱۹۸۲ء
بدھ جمعہ ۲۶ جولائی ۱۹۸۲ء
پنج جمعہ ۲۷ جولائی ۱۹۸۲ء
جمعہ ۲۸ جولائی ۱۹۸۲ء
جمعہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۲ء
جمعہ ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء
جمعہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء

بروز جمعہ ۲۳ جولائی ۱۹۸۲ء
پیر جمعہ ۲۴ جولائی ۱۹۸۲ء
منگل جمعہ ۲۵ جولائی ۱۹۸۲ء
بدھ جمعہ ۲۶ جولائی ۱۹۸۲ء
پنج جمعہ ۲۷ جولائی ۱۹۸۲ء
جمعہ ۲۸ جولائی ۱۹۸۲ء
جمعہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۲ء
جمعہ ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء
جمعہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء

رجسٹرڈ ذیل ۸۳۸
تادکا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۳۶۳۰

جلد: ۷۱ { یوم چہار شنبہ ۲۳ جولائی ۱۹۸۲ء } شمارہ: ۱۷

اد شاد اتے حضرتے مجدد صد چہار دم

دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے

اعجاز کے بعض اقسام کے حقیقت سے دعا ہے کہ

کی تاثیر سے بڑھ کر ہے کد اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز اس قدر عظیم الشان نہیں جیسی کہ دعا ہے
(برکات الدعاء ص ۱۵)

خدا از آسمان پیدا کند ہر نوع سامانے

جہاں کار سے کہ گرد از دعا مچو جاتے + نہ شمشیر کے کندان کار نے باد ز بارانے
دلبر کے عاشق کی دعا سے جو کام ہر جا تک ہے وہ کام نہ ٹوٹا کر سکتا ہے نہ ہوا ز بارش

عجب دارد آتش سے کہ تے شمشیر نشت + بگر داند جہاں نے راز ہر کار گر گئے
اس کے عاشق کے ہا قد میں عجب تاثیر رکھتا ہے خدا اس روپے لے لایا نہ کیلئے ایک دنیا کو پتہ دیتا

اگر جنید لب مرد دہر آنکہ سرگرداں + خدا از آسمان پیدا کند ہر نوع سامانے
اگر اس آدمی کا ہونٹ ہنسا ہے جو خدا کا عاشق ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ہر طرح کا سامان پیدا کرتا

”اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے ہیں اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا نشانہ دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے خود بخود دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے مینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الہی معارف جاری ہو گئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے کچھا اونہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک غانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں جو کہ اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

اللہم صل وسلم وبارک علیہ والہ بعدد ہمہ
بسمہ وحننہ بھذا الامۃ و انزل علیہ
انوار رحمتک الی الابد۔

اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش

سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے

درحقیقت میں وہی لائقِ ثناء کے واسطے
دولتِ دنیا کو خاطر میں کبھی لاتے نہیں
علم رکھتے ہیں مگر کرتے نہیں اس پر غرور
انکے اوقاتِ گرامی کے ہیں مالک اور لوگ
اپنے بیماروں کی کرتے ہیں سبجائی بھی وہ
ان کے دل میں ہے محبت انکی باتوں میں خلوص
کارِ زارِ زندگی میں ہے حجت ان کی تیغ
ہے جوانی میں عقل ان کی بڑھاپے سبوا
نوجوانی میں بھی ہیں وہ پاک دل اور پاکباز
سر جھکانے ہیں قضا و قدر کے احکام پر
چشم پوشی کرتے ہیں احباب کے اعمال سے
عزم سے ملتے نہیں محنت سے کنیا تے نہیں
نام سے ان کو غرض ہے اور نہ کچھ شہرت سے کام

زندگی جو وقف کرتے ہیں خدا کے واسطے
خاک میں ملتے ہیں شانِ کبر کے واسطے
رکھتے ہیں سجدے میں سرِ دائمِ دعا کے واسطے
جیتے ہیں وہ اصل میں خلقِ خدا کے واسطے
فکر رکھتے ہیں دوا کے اور شفا کے واسطے
رحمتِ حق ہیں وہ اخوانِ الصفاء کے واسطے
سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے
خضر بن سکتے ہیں خود وہ بہمناء کے واسطے
زندگی ان کی ہے زہد و اتقا کے واسطے
رہتے ہیں تیار تسلیم و رضا کے واسطے
آنکھ ہے گویا بنی ان کی حیا کے واسطے
ہے روش ان کی نمونہ اصفیا کے واسطے
کام جو کرتے ہیں کرتے ہیں خدا کے واسطے

دلولہ ہے ان کے دل میں خدمتِ اسلام کا

درد رکھتے ہیں وہ دینِ مصطفیٰ کے واسطے

(مترجمہ: خالد حسینی)

ایک مومن کے پانچ صفات

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۸۴ء فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بضرہ العزیز، بمقام دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو کارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

اس لئے ہیں

خاص طور پر اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔
آخری آیت کے مضمون کی طرف آنے سے قبل میں اس سے پہلی آیات کا ترجمہ مانتا ہوں تاکہ عیسائیت کے لئے ہونے والی ہوتی مہک بھاری کی کٹ مٹی ہو سکے۔ فرمایا ہے :-

لوگوں کو ان کی نفسانی خواہشات یعنی عورتوں، بیٹوں، ڈھیروں ڈھیر سونے، پہلے ہوئے گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتوں کی محبت بہت بھلی لگتی ہے لیکن اس کی حقیقت کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ تو منافع الحیولۃ الدنیا ہے یہ اس عارضی زندگی کا چند روزہ سامان ہے اس کے برعکس اللہ کے پاس بہترین ٹھکانہ ہے۔ دنیا نفسانی خواہشات کا پناہ گاہ بن کر اس کی پریشانی میں لگ گئی ہے اور اس میں اس قدر غرق اور نہک ہو گئی ہے کہ اللہ سے بہت دور جا پڑی ہے۔ باقی اقوام عالم کا تو کیا ذکر خود اللہ کا نام لینے والی مسلمان قوم بھی خدا کو فراموش کر کے انہی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگ گئی ہے۔ ہم بھی جنہیں خاص طور پر درخت پر خرمار کا گیلا ہے اور ہم نے اسے سمجھ لیا ہے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اس کے بعد فرمایا ہے کہ :-

کہہ کیا میں تم کو اس سے اچھی بات بتاؤں؟ وہ بات یہ ہے کہ جو لوگ لغوی اختیار کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رکبے پس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں رہنے والے ہیں اور ان کے لئے وہاں پاک معاشی اور اللہ کی رضا مندی ہے۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر جہاں اللہ نے اپنی دوسری بہت سی نعمتوں کو رکھا ہے یہ فرمایا ہے "وَرِضْوَانُ اللَّهِ أَكْبَرُ" ان تمام نعمتوں کی نسبت سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا منی ہے۔ اللہ اپنے بندے سے راضی ہو جائے تو اس سے بڑھ کر دوسری اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے۔ اس بات کو سمجھ اور اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے اور اس صداقت اور حقیقت کو مضبوطی کے ساتھ اپنے پہلے باندھ لینا چاہیے کہ مومن کے لئے خوشنودی اور راحت کا سامان صرف اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے صحابہ کرام کو جنہوں نے دنیا کی محبت اور اپنی خواہشات نفسانی کو کچل دیا اللہ تعالیٰ نے یہ سرفیضیت دیا "رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعْنَا عَنْهُمْ" اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا ہے کہ اس پر جو قضاء قدر وارد ہو وہ اسے اللہ کی

تشہید و توثیق اور سورۃ آل عمران کی آیات ۱۴ تا ۱۷ "ذِينَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْمَنَافِقِينَ وَالْمُسْتَخْفِرِينَ بِالْأَسْخَارِ" کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا کہ :-

میں نے اس وقت سورۃ آل عمران کی چند آیات پڑھی ہیں۔ ان میں سے جو آخری آیت "الْمُسْتَعِزِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَالْمُسْتَخْفِرِينَ بِالْأَسْخَارِ" میں نے پڑھی ہے اس وقت اس کا مضمون میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وَمَا لَوْ لَقِيَ الْإِلَٰهَ۔

اس آیت سے پہلے جن آیات کی تلاوت میں نے کی ہے وہ اس غرض کو سامنے رکھتے ہوئے کی ہے کہ اس آیت کا تعلق موجودہ زمانہ کے حالات کی مناسبت سے ہمارے سامنے واضح ہو کر آجائے۔

سورۃ آل عمران میں عیسائیت کا ذکر ہے۔ عیسائیت اس زمانہ کے وہ سب سے بڑا اور خطرناک فتنہ ہے جس سے بہت پہلے خبردار کیا اور ڈرا گیا ہے احادیث نبوی میں اس فتنہ کو فتنہ دجال اور باجوج و ماجوج بھی کہا گیا ہے آنحضرت صلعم اس فتنہ کے منتقل فرماتے ہیں۔ "مابين خلق آدم الى قيام الساعة امر اكبر من الدجال" یعنی حضرت آدم سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑھ کر کوئی امر (فتنہ) نہ ہو گا۔ یہی وہ فتنہ ہے جو اس وقت تمام دنیا میں ابھرتا ہے اور قریباً قریباً ساری دنیا اس سے پوری طرح واقف ہو چکی ہے۔ دجال اور باجوج و ماجوج کے الفاظ ہر ایک کی زبان پر آتے ہیں۔ اس زمانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے ہم بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں ہیں۔ حالانکہ ہمیں اس فتنہ سے متنبہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو مامور کر کے بھیجا جس نے بعد ایک آسمانی طبیب کے اس فتنہ کی وجہ سے دنیا میں دبا کی طرح پھیلنے والے امراض کی تشخیص کر کے ان کے علاج کے لئے وہ نسخہ بھی ہمیں بتا دیا جس کے ذریعے ہم ان امراض سے بچ سکتے ہیں اور ان میں مبتلا ہو جانے کے بعد شفا پا سکتے ہیں۔ وہ نسخہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم ہے جس کے متعلق خود قرآن ہی میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ، اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت (قرآن) آگئی ہے جس میں تمہارے سینوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ قَدْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُوَ وَشِفَاءٌ كَمُذِئِبِ اس میں ان لوگوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے جو ایمان لائے۔ قرآن کریم تمام بنی نوع انسان کے امراض کے لئے ایک مجرب نسخہ اور شفا ہے۔

راہ میں خوشی سے قبول کر لے اور اسے اپنے حق میں بڑا نہ سمجھے۔ یہ اس کی اللہ سے راضی ہونا ہے۔ اور اللہ کا بند سے راضی ہونا یہ کہ بندہ اس کے حکام پر وفاداری کے ساتھ عمل کرے اور جن باتوں سے اس نے روک رکھا ہے یعنی نواہی سے باز رہے۔ اللہ کی یہ رضا ہے کہ اس کو اپنا حاکم اور مالک سمجھ کر اس کے آگے گدوں نہا دے اور جیسے تب اس کو اللہ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے۔

چونکہ انسان کمزور ہے اس لئے اس سے گناہ اور کمزوریوں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ شیطان اس کو اللہ کے راستے سے بہکانے کے لئے ہر وقت اس پر حملہ آور ہوتا اور اسے پھیلانے کی کوشش کرتا رہتا ہے تو ایسے لوگ اپنے گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں۔ دینا انبیا! اے اللہ! غفر لہذا ذنوبنا وذناب عذاب النار اے ہمارے رب ہم ایمان لا رہے ہیں ہمارے گناہ بخش اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

یہ آگ جس سے انسان بچنے کی دعا کرتا ہے اس زندگی میں بھی ہوتی ہے اور آئندہ بدی زندگی میں تو نار ہے ہی۔ اس آگ سے بچنے کی دعا کرنے والا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور گرفت سے ڈرتا رہتا ہے اگر اس کے دل میں گناہ اور غلطیوں کا احساس زندہ ہے۔ یہ احساس اگر مٹ جائے تو پھر یہ آگ اسے گھیرتی ہے اور اس کے لئے کوئی ٹھنڈک باقی نہیں رہتی۔

اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اس آخری آیت میں ایک مومن کی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں۔ سب سے پہلی صفت ہے المستعین یعنی صبر کرنے والے اور صبر کا مطلب ہے تنگی کے اندر اپنے آپ کو روک رکھنا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے والصبرون فی البأساء والضراء وحین البأس۔ تکلیف تنگی اور مقابلہ کے وقت میں صبر کرنے والے اولیاء اللہ ہیں صدقوا واولئک ہم الملتقون۔ جن لوگوں کے اندر صبر کی صفت پائی جاتی ہے یہی وہ لوگ ہیں جو سچ کر دکھاتے ہیں اور یہی تھی ہیں۔ جو ان تنگی اور تکلیف میں اپنے دیرینا پور رکھتا۔ اچھی بات کے لئے قدم اٹھانا الصبر علی المعصیۃ کا نمونہ دکھاتا یعنی جن باتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو ان سے اپنے آپ کو روکتا۔ اللہ کی عبادت اور اس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنے میں استقامت اور ثابت قدمی رکھنا اور مصیبت میں بھی جو کس پر واقع ہوا ہے قضا و قدر سمجھ کر اس پر راضی رہنا یہ ایسے ہی شخص سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ انسان کی ترقی کے لئے خواہ وہ دنیوی ہو یا روحانی صبر ایک بنیادی صفت ہے اس لئے اس لئے اسے اس کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے۔

دوسری صفت جو یہاں بیان ہوئی ہے وہ "المصلحین" ہے کہ مومن سچ بولتا ہے اور سچ کر دکھاتا ہے۔ سچ بولنا انسان کی بڑی خوبی ہے اسے حضرت صلح کا نمونہ ہمارے سامنے ہے کہ آپ نبوت کے مقام پر فائز ہونے سے پہلے بھی صادق اور امین تھے۔ یہ ایک اعلیٰ درجہ کی صفت ہے کہ انسان کسی حالت میں بھی جھوٹ نہ بولے خواہ سچ بولنے میں اسے تنہا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے کامل متبع اور سچے موعود کے صدق کے واقعات پڑھے اور سنے ہوئے ہیں کہ آپ نے ہر حالت میں سچ بولا۔ اپنے لئے کسی نقصان اور خطرہ کی پروا نہ کی پھلے خلیفہ میں بنایا گیا تھا کہ آپ نے جھوٹ کر کبھی قبول نہیں کیا۔ اپنی جماعت کے سامنے بھی یہی نمونہ قائم کیا۔ اس جماعت کے اندر ہم نے بہت سے صدق کے نمونے دیکھے ہیں۔ رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ وہ مرد جنہوں نے سچ کر دکھایا جو اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کر کے اس پر پورا اتارنا یہ صدیقین کی علامت ہے۔ وہ اس عہد کو پورا کرنے میں پوری ثابت قدمی اور استقامت دکھاتے ہیں خواہ حالات ان کے لئے کتنے ہی نا مساعد اور مخالف کیوں نہ ہوں۔ وہ ہر مشکل کا مقابلہ پوری پامردی اور جوانمردی سے کرتے اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے ساتھ حالات کا رخ پھیر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نام بھی صادق ہے۔ "لقد صدق اللہ رسولہ الذی یأخضق یہ الفاظ سورہ فتح کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ایک روایا دکھایا اور اسے سچ کر دکھایا۔" ومن اصدق من اللہ قیلہ "اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے۔ جب سچ بولنا اللہ کی صفت ہے اور ان کو اللہ کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کا حکم ہے تو وہی لوگ صادق ہوتے ہیں تو اس صفت کو اپنے اندر پیدا کر لینے اور اس کے سخت اپنی زندگی بسر کرنے ہیں۔ تنگی ہو یا خوشحالی صبر اور صدق دکھانا یہ مومن کے اعلیٰ درجہ کے صفات ہیں۔ صبر اور صدق کے ساتھ مومنوں کو قانتین ہونے کی بھی ضرورت ہے ان کے اندر خضوع۔ عاجزی اور انکساری بھی ہو۔ اگر کوئی صابر اور صادق ہے لیکن اسے اس پر گھمنڈ اور فخر ہے کہ میں صبر کرنے والا اور سچ بولنے والا ہوں تو اس کی یہ صفات داغدار ہو جاتی ہیں انہیں صالح پھل نہیں ملتا مومن کے لئے لازم ہے وہ عاجزی اختیار کرے۔ جو نیک کام دکھ کر تباہے اس پر زبان اور لعل سے کسی طرح کا تنکیر اور غرور کا اظہار نہ کرے کیونکہ اس سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعدا لداحطن الذین یمشون علی الارض ہونا خدا کے بندے وہ لوگ ہوتے ہیں جو زمین پر انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔ چلنے سے مراد یہی نہیں کہ جب دھکسی راستے پر چلتے ہیں تو انکساری دکھاتے ہوئے چلتے ہیں بلکہ وہ اپنی زندگی کے ہر عمل میں عجز و انکسار کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی غول اور فعل اب نہیں ہوتا جس سے بکرا وغرور کی بو آتی ہو۔ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے کسی صورت میں برتر نہیں سمجھتے عاجزی کی یہ صفت ان کے ظاہر و باطن میں نمایاں ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کسی اکڑ کر چلنے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ عاجزی اور انکساری ان کی بلندی اور عظمت کی دلیل ہوتی ہیں نہ کہ اس کے کم تر ہونے کی۔ چونکہ عاجزی اللہ کو پسند ہے اس لئے مومن بھی قانتین ہوتے ہیں۔ صبر۔ صدق اور انکساری کا آپس میں بڑا اثر و تعلق ہے اور ان کی روحانی شخصیت کی تعمیر و تربیت میں ان صفات کا بڑا اثر پڑا ہے۔

ضائع کر دیتا ہے جو کوئی تھوڑا بہت دیتا ہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے مانگے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں وہ کئی گنا واپس کر دیتا ہے۔

پانچویں اور آخری صفت "والمستغفرین بالاسحار" ہے۔ یہ وہ صفت ہے کہ جس کے بغیر نہ ایک مومن کا ایمان مکمل ہو سکتا ہے اور نہ وہ کسی اعلیٰ مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ اس کا ذکر سب سے آخر میں کیا ہے لیکن اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے کیونکہ اگر یہ صفت نہ ہو تو دوسری چار صفات بھی انسان کے اندر پیدا نہیں ہو سکتیں۔ نہ اس میں صبر پیدا ہو سکتا ہے اور نہ صدق۔ نہ وہ عاجزی اختیار کر سکتا ہے اور نہ اس کا دل بیزاریا کے انفاق فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کے تعلق کا واحد ذریعہ ہے جس سے اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ صبح کے اوقات میں اٹھ کر استغفار کرنا مومن کی ترقی کا آخری درجہ ہے۔ دنیا کے کاموں کے لئے صبح سویرے فکر سے آنکھ کھل جاتی ہے لیکن اگر نہیں کھلتی تو اللہ کے سامنے گرنے کے لئے۔ بچوں کو ہم اس لئے تسلیم نہیں دیتے کہ مستغفرین بالاسحار کے گروہ میں وہ شامل ہوں۔ کیونکہ ہمارے خیال میں ان کی صحت خراب ہوتی ہے۔ یہ ایک وہم ہے کہ اگر بچہ صبح سویرے جاگے گا تو اس کی صحت خراب ہو جائے گی لیکن ہم نے اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو عام نادوں میں شامل ہونے کے لئے ترغیب نہیں دیتے اور نہ ہم خود اس کا التزام کرتے ہیں۔

اگر سکولوں کا وقت صبح سویرے کر دیا جائے تو سب لوگ اپنے اپنے بچوں کو اٹھا کر تیار کر دیں۔ میں سوئڈن میں تھا۔ وہاں سردیوں میں رات بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ وہاں ہمارے وقت کے مطابق آدھی رات ہوتی ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بچے سکولوں کو جا رہے ہوتے ہیں اور بڑے لوگ اپنے اپنے کام کاج پر۔ دنیا کے دھندوں کے لئے لوگ وقت پر اٹھتے اور تیار ہونے کے لئے الارم والی گھڑیاں رکھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو جگانے کے لئے تاکیدیں کرتے ہیں۔ لیکن نماز کے لئے بہت کم۔ ہمارے ہاں یہ بڑی کمی ہے ہمیں یہ کمی پوری کوئی چاہیئے۔ رات کو دیر تک جاگنے کے لئے مغربی سوانی کا طرح ہماری سوسائٹی میں بھی جو اشتغال پیدا ہو گئے ہیں اور جو خوبات کے ذیل میں آتے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔ عباد الرحمن کی قرآن کریم میں جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اذا مروا باللغو مروا کراما۔ جب لغو پر گزرتے ہیں تو بڑے گارڈ طور پر گزرتے ہیں رات کو ان لغویات میں مصروف ہونے کے بجائے بیسیتون لبہم سمجدا و قیاما۔ اسے اپنے رب کے آگے سجدہ کرتے اور کھڑے ہو کر گزارتے ہیں۔ رات کو اگر سویرے سو جائیں تو اللہ تعالیٰ سویرے اٹھنے کی توفیق دے دیتا ہے کیونکہ ان کے لئے دن بھر میں جتنے آدام اور غنیمت کی ضرورت ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ عشا کی نماز کے بعد جلدی سو جاؤ اور سونے سے پہلے یہ ایک دعا سکھاٹی ہے کہ اسے پڑھ لیا کرو۔ یہ دعا

میں اپنے بچوں کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دلانا ہوں کیونکہ وہ بھی اپنی عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں ابھی ان کی عادات بن رہی ہیں جب انسان بڑا ہو جائے تو اس کی عادات سختہ ہو جاتی ہیں اور ان کا بدلنا آسان نہیں ہوتا اس لئے اگر وہ اپنے بچپن میں ہی اعلیٰ درجہ کی صفات جن کا میں ذکر کر رہا ہوں اپنے اندر پیدا اور سختہ کر لیں گے تو آگے چل کر زندگی ان کے لئے آسان اور پُرسرت ہو جائیگی۔ دنیا کے حالات پر غور کریں۔ جہاں دنیا کی محبت نے دل میں گھر کر لیا ہے وہاں سے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی صفات اور اقدار خارج ہو گئی ہیں۔ نہ ان میں صبر ہے نہ صدق اور قنوت۔ اگر یہ تینوں صفات ایک انسان کے اندر پائی جائیں اور ان کا اثر اس کی اپنی ذات پر ہی نہیں دوسروں پر بھی پڑتا ہے اور اگر نہ ہوں تب بھی دوسرے ان سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔

مومنوں کی چوتھی صفت "المنفقین" جو اس آخری آیت میں بیان ہوئی ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہے یعنی مومن خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔ سخیل اور تنگ دل نہیں ہوتے منفقین جو لفظ یہاں استعمال ہوا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے اوپر یا اپنی دولت کو بڑھانے کے لئے دوسرے دولت بڑھانے کے معمولوں میں سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ یہ لفظ اس کے برعکس انفاق فی سبیل اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ومن یوق شح نفسه فقد رحمہم جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں اپنے نفس کو بخل سے بچایا اس پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہو گیا جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کٹ دگی اور کٹائش پیدا کر دیتا ہے وہ مال کی محبت میں اس قدر مبتلا نہیں ہوتے۔ اگر پہلی تین صفات صبر صدق اور قنوت کے ساتھ یہ چوتھی صفت انفاق فی سبیل اللہ کی بھی پیدا ہو جائے تو اس سے انسانی عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

بعض اوقات انسان خرچ کرنے کے بعد بڑی بڑی لغزشیں کر بیٹھتا ہے۔ جن سے وہ اپنے اجر کو اپنے ہاتھوں ضائع کر دیتا ہے۔ کبھی انان کچھ دے کر اس پر تکبر کرتا ہے اور احسان جتنا ہے اور کتن دیتا ہے۔ اس طرح کتن کر یا احسان جتنا کہ اور یا اس کی وجہ سے دکھ دے کر اپنے اجر ضائع کر دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تبطلوا صدقاتکم بالطن والاذی۔ اپنے صدقات کو احسان جتنا کہ یا دکھ دے کر ضائع نہ کرو۔ بعض لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں یا خرچ کرنے کے بعد توقع کرتے ہیں کہ انہیں اس کا بدلہ ملے اور اگر نہ ملے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اتنا خرچ کیا ہمیں اس کے بدلے میں کیا ملا ہے اور ہمارے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے۔ جو اللہ کے لئے دیا ہے اس کا اجر اسی سے مانگنا چاہیئے۔ اسے بھول جانا اور اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ اس وجہ سے دوسروں کو اثر انداز کرنا چاہیئے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے۔ اس پر اپنے دل میں اتنا نا۔ اس کا بوجھ محسوس کرنا اور اس کی وجہ سے دوسروں پر کسی قسم کا بوجھ ڈالنا اس کے اجر کو

اللہ کے روحانی قوانین بھی ایسے ہی اہل ہیں جیسے مادی دنیا کے۔
اللہ تعالیٰ ہیں اچھے اعمال بجالانے کی توفیق دے۔ آمین!

— * * * —

تعلیمی ظائف

نیا تدریسی سال اپریل ۸۴ء سے شروع ہو رہا ہے۔ مرکزی انجمن ہر سال جماعت کے ذہین اور ضرورت مند بچوں اور بچیوں کو تعلیمی ظائف دیتی چلی آ رہی ہے نئے تدریسی سال کے لئے درخواستیں جن میں طالب علم کے کوالف تعلیمی قابلیت، مضامین اور والدین کی مالی حیثیت، پچھلے سالانہ امتحان میں حاصل کردہ نمبر مقامی رکن مجلس معتمدین/صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰ اپریل ۸۴ء تک پتہ ذیل پر بھجوائیں۔

جنرل سیکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور ۷۵ -

زکوٰۃ کا مہینہ

زکوٰۃ ہمارے ذمہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے اور علمائے دین نے جب تک مہینہ زکوٰۃ کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ ہمارے احباب باقاعدگی سے ہر سال اس ماہ مبارک میں اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں بھیجتے ہیں۔ امید ہے ہمارے دوست بدستور زکوٰۃ مرکز میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کریں گے۔ مرکز کی طرف سے اس سلسلہ میں ایک جتنی بھی بیرونی جماعتوں کو بھجوائی جا چکی ہے۔ (ادارہ)

خدمت دین کے لئے موقع

انجمن کو اپنے دفاتر اور شعبہ تبلیغ میں کام کرنے کے خواہشمند نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ کم از کم تعلیمی استعداد میٹرک پاس ہونی چاہئے مرکز میں دو سالہ تربیت دی جائے گی اور اس دوران انہیں ۵۰۰ روپے ماہوار وظیفہ علاوہ رہائش و خوراک دیا جائے گا۔ موزوں نوجوانوں کو انجمن اپنے خرچ پر فنی/تدریسی/اداری میں داخل کرائے گی۔ دو سال کے بعد ان کی قابلیت و استعداد کے مطابق انہیں شعبہ تبلیغ یا دفتر میں باقاعدہ ملازمت دی جائے گی۔ امید داروں کو تحریری درخواستیں موعود نقول اسناد اپنے حلقہ کے رکن مجلس معتمدین/صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰ اپریل ۸۴ء تک بھجوانی چاہئیں۔

دو انجمن "جنرل سیکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور ۷۵" کے پتہ پر ارسال کی جائیں۔

اختیار :-

* سہ ماہیت سے گذشتہ شمارہ کے صفحہ اول پر ۱۸-۱۹ اپریل ۸۴ء کے بجائے ۲۱-۲۲ اپریل لکھا گیا ہے اس کو ۱۸ اپریل ۸۴ء پر چھاپا جائے۔
ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

ایک مجرب نسخہ کیا ہے۔ آپ بھی اسے یاد کریں اور پڑھا کریں۔ وہ دعا یہ ہے۔

اللھم اسلمت نفسی الیک ووجہت ووجهی الیک
وفوّضت امری الیک واثبات ظہری الیک رغبتہ
ورہبتہ الیک - لا ملجاء ولا منجاء منک الا
الیک - امنت بکتاہ الذی الذلت وبنیتک
الذی اسلمت۔

ترجمہ :- اے اللہ میں نے اپنی جان کو تیرے حوالے کیا اور اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا اور تجھے اپنی پشت پناہ بنایا تیری طرف رغبت سے مگر ساتھ ہی ڈرتے ہوئے آتا ہوں۔ تیری پکڑ سے کوئی پناہ نہیں یا نجات نہیں سوائے تیرے۔ میں ایمان لایا اس کتاب پر جو تو نے نازل فرمائی اور اس نبی پر جسے تو نے بھیجا۔

اپنی روح کو حاضر کر کے اگر یہ دعا پڑھی جائے تو بے خوابی کا بہت اعلیٰ نسخہ ہے۔ دنیا کے غموں سے نجات اور اچھی نیند کے لئے یہ بڑی موثر دوا ہے۔ آپ اسے آزمائے دیکھیں اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ اس بات کو سمجھی نہ بھولیں کہ آپ حضرت مسیح موعود کی جماعت اور احمدی ہیں۔ حضرت صاحب اس زمانے کے مغلد اور امراض روحانی کے لئے ایک طبیب اور معالج بن کر مبعوث ہوئے تھے اس زمانے کا سب سے بڑا فتنہ اور مرض دنیا کی محبت اور اس میں انہماک کیوجہ سے اللہ سے دوری ہے۔ قرآن کریم نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "الذین ضلّ سعیہم فی الحیلۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا" ان لوگوں نے اپنی ساری کوششیں دنیا کی زندگی کے لئے وقف کر دی ہیں اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ صنعت کے بڑے بڑے اعلیٰ کام کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی یہ کوششیں بیکار جائیں گی کیونکہ ان کے یہ اعمال اللہ کی باتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کے مترادف ہیں۔ اس کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا نہیں نکلا گیا۔ یہ شاخ نارک پر جی ہوئی دجالی تہذیب کے اثرات میں جن سے ہم بھی متاثر ہوئے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود ان کی بیخ کنی کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس زمانہ کے فتنوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت ڈرایا تھا جیسا کہ پہلے بیان کر آیا ہوں اور حضرت مسیح موعود نے بھی بڑے واضح اور واضح الفاظ میں ڈرایا ہے اور آپ نے چاہا ہے کہ آپ کی جماعت دوسرے لوگوں کے لئے ایک نمونہ بن جائے اور اس کے لئے ہم سے ایک عہد بھی لیا ہے۔ اگر ہم اس عہد کو پورا نہ کر کے صدیقین نہ بن سکیں تو ہم آپ کی جماعت شامہ نہیں ہو سکتے۔ انسان کسی وقت بھی اللہ کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ اور اللہ اسے قبول کر لیتا ہے۔ اگر لایا نہ ہو تو ہمارا انجام بھی دوسرے لوگوں کے انجام سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ

خلقِ عظیم کا ایک نمونہ

(۱)

جنگِ اُحد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان فوج کو ترتیب دیا تو سپاہیوں کا ایک دستہ ایک در سے پرستین کر دیا اور حکم دیا کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم اس جگہ پر کھڑے رہنا اور کسی حالت میں بھی در سے نہ چھوڑنا۔

جنگ شروع ہوئی، دونوں طرف کی فوجوں نے اپنے حصے نکالے۔ مگر کفار اسلام کی فوج کی تاب نہ لا سکے اور بالآخر ہزیمت کھا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے دشمن کا قاتل قتل کیا اور جو مال غنیمت چھوڑ کر بھاگا ہوا تھا قبضہ میں لینا شروع کیا در سے والے سپاہی سمجھے کہ خدا کے فضل سے فتح ہو چکی۔ اب یہاں ٹھہرنا کیا ضرور ہے وہ بھی آگے بڑھے اور در و درہ خالی رہ گیا۔ دشمن نے یہ موقع غنیمت سمجھ کر در سے کی طرف سے مسلمان فوج پر حملہ کر دیا اور جو فوج بھاگ ہی تھی وہ پھر سامنے سے حملہ آور ہوئی۔ اب مسلمان زغہ میں پھنس گئے۔ دونوں طرف سے غنیمت ٹوٹ پڑا اسلامی فوج دھرم پر ہم ہو گئی خود اس حضرت کے دندان مبارک شہید ہوئے اور پیشانی مبارک پر زخم آیا۔ جنگ کے اس ریلے میں حضور ایک مرتبہ ایک ڈھلوان کی طرف اترنے پر مجبور ہو گئے دشمن نے سمجھا کہ اس حضرت کو بھی مہاذ اللہ کام آئے۔ غنیمت نے جب یہ فائدہ نہ فوہ لگا یا تو بعض مسلمانوں کے دل ہم گئے۔ اس وقت اس حضرت صلعم سے نہ ہا گیا آپ نے فرمایا اے خدا کے بندو میں یہاں موجود ہوں۔ میری طرف آؤ۔ مسلمانوں کی جان میں جان آئی۔ انھوں نے اس حضرت صلعم کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور دشمن پر اس شدت سے ٹوٹ پڑے کہ غنیمت شکست کھا کر بھاگے مسلمانوں نے پھر اس کا تعاقب کیا۔ اب کہ دفعہ دشمن اپنا بھاگا کر نظر سے غائب ہو گیا۔

(۲)

اگرچہ اس جنگ میں بھی ان مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی مگر یہ فتح بہت نقصان کے بعد ہوئی۔ ستر صحابی شہید ہوئے۔ اس حضرت کے چچا حضرت حمزہ اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ اس نقصان جان کے سبب مدینہ کا گھر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ مسلمانوں کی چھوٹی قوم میں سے اس قدر قیمتی انسانوں کا فقدان ناقابل تلافی نقصان تھا اور اس تمام مصیبت کی ذمہ داری بظاہر ان سپاہیوں پر تھی جنھوں نے اس حضرت صلعم کے حکم کے خلاف وہ کو خالی چھوڑ دیا اور اس طرح غنیمت کو حملہ کرنے کا موقع مل گیا۔ مگر رفتہ رفتہ انھیں کو خدا نے اس قدر وسیع قلب دیا تھا کہ ان سپاہیوں کو مرنے تو کیا پوچھا تک نہیں کہ تم نے یہ کیا کیا؟ آج کل کا زمانہ ہوتا تو ایسے لوگوں کا کوڑا، بٹل ہوتا اور خدا جانے کیا مرنے تو جیڑ ہوتی مگر

اس حضرت صلعم کے قلب مبارک نے ان کے اس تصور کو محسوس بھی نہیں کیا۔ خود خداوند نے اسے اس حضرت صلعم کی اس وسعت قلب اور نرم دلی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

فَمَا رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ لَمَّا لَمَسَتْ لَهُمْ لَوْنُكَ فَمَا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (۱۵۸:۳)

یہ خدا کی مہربانی ہے کہ تم ان کے لئے بہت نرم دل واقع ہوئے ہو اگر تم نرم نہ ہو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔

(۳)

ٹھیک اسی طرح کا ایک واقعہ مگر بہت چھوٹے پیمانہ پر حضرت اقدس کے متعلق ہے جو میرے خیال میں ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوا۔ اور چونکہ یہ میرے اپنے گھر کی کہانی ہے اس لئے میں اس کو احباب کے از یاد ایمان و عرفان کے لئے پیش کئے دیتا ہوں۔

جس عید الاضحیٰ کو حضرت اقدس نے عربی میں خطبہ الہامیہ دیا اس دن والد مرحوم بھی تادیلین ہی میں تھے اور خطبہ الہامیہ کے سامعین میں سے تھے حضرت اقدس کے زمانہ میں عیدین کے موقع پر احباب دوسرے مقامات سے بھی حضرت اقدس کی زیارت اور مواعظ حسنہ سننے کے لئے قادیان آجاتے تھے اور ایک مجمع کی صورت بن جاتی تھی۔ اس عید کے موقع پر بھی حضرت والد مرحوم اپنے دوست حضرت شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی کی امدیت میں قادیان آئے ہوئے تھے یہ وہی شیخ محمد حسین ہیں جن کا ذکر حضرت صاحب کی ابتدائی کتابوں میں ہے۔

شیخ صاحب مددوح پٹیالہ کے شمشا خانہ (دفتر وزیر خارجہ) میں مراسلہ نویسی کے خدمت پر مامور تھے۔ اور نہایت اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ مجھے ان سے شرف تلمذ بھی تھا کہ خوشنویسی میں مجھے اصلاح دیا کرتے تھے۔

عید کے دن صبح کو مولوی عبدالحکیم صاحب نے حب مول حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آج عید کا دن ہے احباب باہر سے آئے ہوئے ہیں اگر حضور کچھ فرما سکیں تو نہایت مفید ہوگا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا آج رات کو مجھے الہام ہوا کہ ہم تم سے ایک مجمع میں عربی میں تقریر کرائیں گے شاید وہ مجمع بھی ہو۔

(۴)

غرض نماز عید کے بعد حضرت اقدس خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور عربی میں خطبہ شروع کیا۔ مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبدالحکیم کہنے لگے۔ والد مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت نے جب پہلے دو جملے فرمائے اور وہ متغلی تھے تو مجھے خیالی گذرا کہ تقریر میں متغلی عبارت کا التزام کیوں کر نہ کر سکے گا۔ مگر حضرت نے برابر متغلی عبارت ہی میں تمام خطبہ دیا جو علم و معرفت کا ایک بحرِ خالص تھے۔ دوران خطبہ میں حضرت مولوی عبدالحکیم صاحب کبھی کبھی پوچھ لیتے تھے کہ حضرت یہ لفظ عربی سے ہے یا فارسی سے

حضرت نبی کریم صلم کے آداب ملاقات

مسلمانوں میں آج کس قدر کم لوگ ہیں جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلم کے اخلاق فاضل کیا تھے وہ سنتوں سے ملنے جلنے، بات چیت کرنے کا طریق کیا تھا۔ لہذا آداب ملاقات کے چند کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں تاہم اسے احباب اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

آنحضرت صلم کا معمول تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے رہا کرتے وہ معمول مسلمان غور کریں تو ہمیشہ دوسروں سے سلام کے توقعہ نہتے ہیں کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑے آپ اس سے ہاتھ نہ چھوڑتے۔ کوئی شخص اگر جھک کر کوئی بات کان میں کہتا تو آپ اس وقت تک اس کا طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا منہ نہ ہٹا لے۔ آپ کسی کے گھر پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے اور سلام علیکم کہہ کر اذن طلب کرتے۔ اگر صاحب خانہ اذن نہ دیتا تو پیٹھ آٹے چٹا پیچہ ایک دفعہ حضور صلم سجدہ عبادہ کے گھر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے اللہ علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ سعدؓ نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرت صلم نے نہیں سنا۔ حضرت سعدؓ کے فرزند قیس بن سعد نے کہا کہ آپ رسول اللہؐ کو اندازے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔ حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو رسول اللہؐ بار بار سلام کریں گے تو سہا لے لے بکرت کا باعث ہو گا۔ آنحضرت صلم نے دوبارہ سلام علیکم کہا اور سعدؓ نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرت صلم نے پھر غیر اسی مرتبہ اسی طریقہ سے اذن طلب کیا اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس چلے گئے جب آپ کو جانے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپ بار بار سلام فرمادیں۔ آپ واپس تشریف لے آئے اور ان کے لئے بہت خیر و رحمت کی دعا کی۔

کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے ایک بار آپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے انھوں نے آپؐ کے بیٹے کے لئے چوڑے کا ایک گدا ڈال دیا لیکن آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور گدا آنحضرت صلم اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے درمیان خالی رہا۔ راجل کے پیر اور سجادہ نشین اس پر غور کریں (مجلس میں بیٹھتے تو آپؐ کے دائیں کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہٹے نہ ہوتے۔

جس طرح آپ خود کسی سے ملنے جاتے تو اجازت مانگتے اسی طرح آپ سے جو شخص ملنے آتا اسے بھی یہی تعلیم تھی کہ سلام کر کے او را اجازت لے کے آئے۔ ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر

دیکھا کہ اندر نہ سکتا ہوں۔ آپؐ نے صحابہ کو فرمایا کہ جا کر ان کو اجازت طلبی کی عرضی سکھا دو۔ یعنی پہلے سلام علیکم کر کے پھر اجازت مانگئے۔

آپؐ مجلس میں کسی کی بات کہہ کر گھٹو نہ فرماتے۔ جو بات نا پسند ہونے لگے سے متنازل فرماتے اور مائل جانتے۔ کوئی شخص شکوہ ادا کرتا تو آپؐ نے اگر واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا تو شکوہ قبول فرماتے۔ مجلس میں جس قسم کا ذکر ہو جانا آپ اس میں بھی شامل ہو جاتے مثنوی اور مہذب طرافت میں بھی شریک ہوتے خود بھی کبھی مذاقہ باتیں فرماتے۔ کسی قبیلے کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم کرتے اور فرماتے اکو مو اکویم کل قوم۔ یعنی ہر ایک قوم کے معزز لوگوں کی عزت کیا کرو۔ لیکن اس بات کو نا پسند فرماتے تھے کہ ایک شخص تو معنی ہے اور دوسرے سب تعظیماً اس کے لئے کھڑے رہیں۔ کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس سے مزدور پوچھ لیتے کہ اسے کوئی ضرورت اور احتیاج تو نہیں ہے یعنی اگر ہر تو اس کی امداد کی جائے صحابہ رز سے یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

لیکن آپؐ بلا وجہ سوال کرنے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے یہاں تک فرمایا کہ سوال نہ کرو اگرچہ اپنے باپ ہی سے کیوں نہ ہو۔ ایک دفعہ حکیم بن خرم صابی نے آپؐ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے خلوت میں انہیں جو مانگا تھا دیا لیکن ساتھ ہی ایک نصیحت کی کہ جو ہاتھ اوپر ہوتا ہے (یعنی دینے والا) وہ اس کا حق سے بہتر ہے جو نیچے ہے (یعنی لینے والا) اس نصیحت کا اب اثر حضرت حکیم بن خرم پر ہوا کہ تمام عمر کسی سے سوال نہیں کیا۔

جب کوئی شخص ملنے آتا تو آپؐ اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے مسجد نبویؐ میں جگہ بہت کم ہوتی تھی جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے ان کے بعد جگہ باقی نہ رہتی تھی۔ ایسے موقع پر اگر کوئی آجاتا تو ردائے مبارک کھینچا دیتے تھے۔ ایسے متقا مہجرا نہ میں آنحضرت صلم تشریف فرما تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی۔ اور آپؐ کے پاس چلی گئی۔ آنحضرت صلم نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی۔ اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھا دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ کا اور ذکر ہے کہ آنحضرت صلم تشریف فرما تھے کہ آپؐ کے رضاعی والد آئے آپؐ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا پھر رضاعی ماں آئی آپؐ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ آخر میں رضاعی بھائی آئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔

وجود باری تعالیٰ اور توحید، (کلام مجید کے آئینے میں)

وجود باری تعالیٰ کے برحق ہونے کے سلسلہ میں قرآن کریم کی آیات بینات سے چند براہین بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اخصوص و مساک کے تشبیہ:-

حضرت سید ابن مرثم کا قول ہے کہ:

”ما گئے والوں کو دہاتا اور کھٹکھٹانے والوں کے لئے کھولا جاتا ہے“

اگر ہم کائنات میں غور کریں تو ہمیں نظر آئے گا کہ تمام بندیاں اور پسینیاں، نمکند اور تمام خشکیاں، زمین و آسمان خدا کی توحید اور اس کی عظمت اور جلال کے شعبہ ہیں۔ اور ان تمام میں اس کے وجود دہانے کے واضح نشانات اور علامات پائی جاتی ہیں۔ وہ فرماتا ہے:

”ایک نام توہم نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کون ہے جس نے تمہارے لئے تمام زمین و آسمان کو سخر کیا ہوا ہے۔“

(لقمان - ۲۰)

(۲) کائنات کے حسن نے تخلیق

نظام کائنات اور اس کے حسن نظم اور بہترین ترتیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے لئے بطور گواہی پیش کیا ہے کہ نظام کو اس خوبصورتی اور حسن سے سوائے ایک بلند و بالا ذات الہی کے اور کون چلا سکتا اور قائم رکھ سکتا ہے ارض و سما اور بحر و بر میں تمام اشیاء کو جس خوبصورتی سے ایک سک میں منک کر کے اور ایک متحدہ نظام میں پرور کر رکھا گیا ہے وہ سوائے اس بلند و بالا مہتمم کے اور کس کا کام ہو سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

”کیا وہ اپنے اوپر آسمان پر نظر نہیں کرتے کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا ہے اور زمین کیا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اور زمین کو کھجور

ہم نے اسے کیسے پھیلایا ہے اور اس میں ہر چیز کے خوبصورت

جوڑے پیدا کئے ہیں۔ یہ یقین اور بصیرت کی باتیں ہیں ہر مان

لینے والے بندے کے لئے اور پھر ہم نے آسمان سے برکتوں اور

پانی نازل کیا ہے اور پھر ہم نے اس سے باغات اور دانوں کو

اگایا ہے۔“ (ق - ۷۰ - ۱۰)

(۳) قیام زندگی کے لئے حسن نظام

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات اور مخلوق کی زندگی اور بقائے حیات کے لئے جو نظم و نسق کر رکھا ہے اسے اپنے وجود کے لئے بطور ثبوت کے پیش کیا ہے۔ یہی نہیں کہ ہم نے زمین و آسمان انسان و حیوان اور چرند پرند کو پیدا ہی کیا ہے بلکہ ان کے زندہ رہنے کے سامان بھی کئے ہیں۔ وہ فرماتا

اس دور میں آپ کسی ملک اور کسی قوم کا بھی اگر بنور مصلوہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا بیشتر طبقہ دہریت کی طرف جا رہا ہے اختلافی مسائل اور مذہبی معاملات میں تنازعات پر بہت بحث ہو رہی ہے مگر بنیادی چیز پر کوئی توجہ نہیں

کہ جو لوگ خدا کے وجود سے ہی مدد یا مہربانی، فلاح یا منجی اعتبار سے انکار کر رہے ہیں اس کا کیا علاج کیا جائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ مجھے ایک شہر

مصافی اور سیاست دان کے ساتھ ایک بڑے درمندانہ کے پاس جانے کا اتفاق ہوا اب وہ دونوں اس دنیا میں نہیں ہیں گفتگو کے دوران یہ بات چل نکلی کہ اختلاف

پر بہت کچھ لے کر ہو رہی ہے کیا دہریت اور خدا کے انکار کے خلاف بھی کچھ مہم شروع کرنے کا خیال ہے یا نہیں۔ مگر کچھ ہو رہا تھا تو بات اس کے چینی۔

دراصل سستی باری تعالیٰ کے نازل کئے گئے بھی ہمیں سوائے قرآن کریم کی تعلیم کے اور کون سا مانتا نظر نہیں آتا۔ اور خدا تعالیٰ کے کلام میں جو مضبوط دلائل اس بارے

میں دیئے گئے ہیں وہ اس قدر شافی اور کافی ہیں کہ اگر صدق دل اور یک نیتی سے ان پر غور کیا جائے تو سیکڑوں دلائل میں سے ایک دلیل ہی وجود الہی کے ثبوت

کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک ایسے نور اور روشنی سے مشال دی ہے جو کسی بھی جھٹکے ہوئے سافرو راہ راست پر لانے کے لئے اور اس کو اپنے وجود سے کل طور

پر باخبر کرنے کے لئے براہین اور دلائل کے ساتھ گراہیوں اور اندھیروں سے نکال سکتا ہے۔ دنیا کوئی علم ایسا نہیں ہے جو کلام پاک کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے وجود سے

اس درجہ حق کر کے جتنا قرآنی علوم کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

”اور تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آگئی ہے

اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کا اظہار

ہو۔ سستی کی راہوں کی طرف اور ان کو اپنے حکم سے اندھیروں سے

نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرماتا

ہے۔“ (المائدہ ۱۵ - ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اپنے وجود کے لئے ایک کھلی کتاب کی طرح پیش کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اگر دیکھنے والے آنکھ ہوا اور قبول کرنے والے دل ہوا تو

کائنات کی ہر چیز کا پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہمارا ایک خالق ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ جیسے اس نے فرمایا ہے:

”آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی حمد اور تسبیح کے ترانے گا رہی

ہے مگر تم ان کی تسبیحوں کو سمجھ نہیں پاتے۔“

(نہج السبیل - ۴۴)

ہے۔

”پس من کو چاہیے کہ اپنے کھانے پر غور کرے کہ کس طرح ہم نے بے اندازہ پانی بہا یا ہے۔ پھر ہم نے زمین کو نشق کیا ہے اور اس میں سے دانہ کو اگایا ہے اور انگور اور تھنب درختوں کی بوٹیاں (ذیتوں اور کھجور۔ گھنے باغات اور بکثرت پھل پیدا کیے ہیں۔ یہ سب نہاے اور نہاے جانے والوں کے فائدہ اور زندگی کے لئے ہی کیا گیا ہے“ (عبس ۲۴-۳۲)

۴۔ بیٹھے و نہا اور بارش اور باد لے کا نظام

رات کے بعد دن اور اندھیرے کے بعد جالا اور سمنے سے بھرا رات کو اٹھا کر بلندوں پر جمع کرنا اور پانی کو سمجھ کر کے پہاڑوں پر محفوظ کرنا اور انسانی ضروریات کے مطابق اس کی زندگی اور مردہ زمینوں کو ہر مالی بخشش کے لئے اس کی تعمیر کے نظام کو عمومی اللہ تعالیٰ نے بطور گواہ کے رکھا ہے۔ مگر ان تمام امور کو سمجھنے کے لئے فرمایا ہے کہ ان میں عبرت کے نشانات ہیں صرف ان لوگوں کے لئے جو بصیرت رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے۔

”کیا تم نے غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو اٹھاتا ہے۔ پھر ان کو پس میں جمع کرتا ہے اور ان کو اکٹھا کرتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے باران برکت کو برساتا ہے اور اس میں زمین کو بھیج دیتا ہے اور کچھ حصہ کو محفوظ رکھتا ہے اور اس کی بھلی کی چیز کا دینے والی جھک اسی ہوتی ہے کہ انھوں کو روشنی ملے جاوے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ رات اور دن کو آگے پیچھے لاتا ہے۔ ان تمام باتوں میں اصحاب بصیرت کے لئے عبرت کے نشانات موجود ہیں۔“

(القدر ۴۳-۴۴)

۵۔ ابتداء خلق اور نشاۃ ثانیہ کا تسلسلے

اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں نیست سے هست میں کر انسان کی ابتدا کی اور پھر اس کی زندگی کے لئے تمام نظام کو بنایا اور اس اشرف مخلوقات کے لئے ہر چیز کو تیار کیا اور پھر اس نظام انسانی کو آگے چلانے کے لئے نسل انسانی کا نظام جاری کیا۔ صرف یہی نہیں کہ میں اس نے پیدا کر دیا ہے بلکہ اس نے ہم کو اپنا خلیفہ بنایا۔ عقل سلیم عطا کی۔ فطرت الہی پر ہماری بنیاد رکھی۔ نظارہ بصیرت عطا کی اور ان تمام چیزوں سے کام لے کر وجود باری کا تامل پرست ہدا و گواہ چیزوں کو سامنے لا کر ہمارے لئے عبرت کے سامان فرماتے وہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ

”انسان سے کہہ دے کہ زمین میں چلو پھرو اور غور و فکر سے کام لو کہ کس طرح اس ذات واحد نے مخلوق کی ابتداء کی پھر وہی نشاۃ ثانیہ میں اسکو پھیلا تلے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے“ (العنکبوت ۲۰)

۶۔ مردہ اور خشک کے زمینوں کے لئے زندگی کے سامان

جوز زمینیں خشک و غیر ہر جاتی ہیں اور جہاں کوئی چیز پھل۔ پھول۔ کھیتی اور درختیں کے آثار نہیں ملتے ان کو صرف اور صرف وہی وعدہ لائے کہ ان کی

اپنے فضل سے زندگی بخشی ہے اور ایسے ہی اگر اسے روحانی طور پر مراد لیا جائے تو جو لوگ خدا سے دور ہو جاتے ہیں اس کے نافرمان ہو جاتے ہیں انہیں زندگی دینے کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو بھیج کر ان کو زندہ کرتا ہے۔ اور پھر اسی بخوار خشک قوموں میں سے بہت بلند پایہ اور خدا رسیدہ بزرگوں کو پیدا کرتا ہے۔ اور وہی لوگ جو توحید کے اعتبار سے بہت گر جاتے ہیں اور پھر ول کے بت بنا کر انہیں پوجتے ہیں ان قوموں میں ابراہیم پیدا کرتا ہے جو ان بتوں کو توڑ کر خدا کے واحد کی توحید کو پھر سے قائم کرتے ہیں۔ اور ایک طرف پر مشتمل ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے اس نے فرمایا ہے۔

”اور تو نے غور کیا ہے کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو ہم آسمانی بارش نازل کرتے ہیں جس سے وہ پھر سے زندہ اور تروتازہ ہو جاتی ہے۔ اور اس میں ہر نوع کے خوبصورت پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں۔ یہ محض اس لئے بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے اور وہی مردوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے“

(الحج ۵-۶)

۷۔ افلاک کے کعبہ بلندوں سے پرنسوں کا قیام

طیور کی اڑاؤں اور ان کا بہن دلیوں میں قیام کرنا۔ پرے کے پرے باندھ کر ہواؤں میں سفر کرنا۔ اور کئی کئی دن تک محض کھلے آسمان میں قیام کرنا اور ہواؤں میں ہزار ہا میلوں کا سفر کر کے ایک ملک سے دوسرے ملک جانا۔ اس فضائی مخلوق کو عمومی اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور ہستی کے لئے شاہد کے طور پر پیش کیا ہے کہ اوکون ہے کہ جو اس تمام نقل و حمل اور سفر اور حضر کا ذمہ دار ہے انہیں ایک نظام میں منظم کرنے والی صرف وہ واحد اور یگانہ ہستی ہے جو اس کائنات کا بادشاہ ہے اور عالمین کی ربوبیت اور تخلیق کا واحد مالک ہے۔ فرماتا ہے۔

”کیا انہوں نے کبھی پرندوں کی طرف غور کیا ہے جو ان کے اوپر مینے باندھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہیں فضائیں رکے ہوتے ہیں سوائے رحمان کے انہیں وہاں کون روک سکتا ہے۔ یقیناً اسے ہر چیز کی بصیرت حاصل ہے“ (الحک ۱۹)

۸۔ تمام کائنات کے کاسر بسجود ہونا

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ایک مقام پر فرمایا ہے کہ۔

”اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو ان دونوں میں خرابی پیدا ہو جاتی۔“

جب تمام نظام نہایت حسن اور خوبصورتی اور نظم و ضبط سے جاری اور ساری ہے اور نظام میں کسی جگہ بھی جھول نہیں ہے اور ہزار ہا سال سے صدیوں سے یہ نظام اسی طریق پر چلا آ رہا ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا چلانے والا واحد لا شریک ہے۔

قرآن کریم میں سجدہ کرنے سے مراد بہت جگہ پر اطاعت و فرمانبرداری

لگتی ہے۔ جیسے فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ جبکہ سجدہ تو فی الواقع اللہ کو رہا نہیں ہے۔ وہاں بھی اطاعت اور فرمانبرداری مل رہی ہے۔ ایسے ہی نظامِ ارضی و سماوی کی تمام چیزوں کا خدا تعالیٰ کے حکم کے تحت چلنا اور ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہونا ہے بھی سر بسجود ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر ان کا سجدہ تو اپنے خالق کو ہے جس کو سجدہ کرنے کے لئے تمام کائنات پیدا کی گئی ہے۔ فرمایا ہے:

”کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جس کو ہر وہ چیز سجدہ کرتی ہے جو آسمانوں و زمین میں ہے۔ اور سورج، اور چاند تارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور لگوں میں سے اکثریت“ (الحج ۱۸)

۹۔ نظامِ ارضی و سماوی کا منصوبہ طے سے قائم رہنا ایک شاعر نے کہا ہے:

ہر ایسے ہی نظریہ کو ثبوتِ حق کے لئے + اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی
کو اگر خدا تعالیٰ کے انبیاء اور رسل نہ بھی آتے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور وجود کے برحق ہونے پر طویل و غریب ہی کافی تھی۔ کہ اس میں بھی صحیح ثابت کے لئے نشانِ موجود ہوتا ہے کہ کس طرح اندھیوں اور فلکیات کو دور کر کے خدا تعالیٰ نور اور روشنی کو نوراد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار آسمانِ ظاہرہ کو اپنے وجود کے گواہ کے طور پر پیش کیا ہے کہ یہ ہر ان کی سمجھ میں آجائے والی بات ہے جب کسی راہ سے غافل گذرتا ہے تو اس کے نشانات اور آثار بتاتے ہیں کہ ”ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے“ اور غافل کے آگے سے ان کی سوا دیوں اور جانوروں تک کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ اور اب تو لوگ قدموں کے نشانات سے گزرنے والے کا حلیہ۔ قد۔ وزن۔ طرز فکر۔ قومیت اور نسل تک کا پتہ لگ لینے ہیں۔ تو کیا اس قدر وسیع نظامِ ارضی و سماوی کے آئینے سے تمام کائنات پر سایہ کئے ہوئے آسمان۔ وسیع زمین۔ موج در موج ممدوں۔ دیباؤں۔ ہماروں کے آئینہ سے ان کے پیدا کرنے والے کے وجود کی نشاندہی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو کرنے سے روک رکھا ہے اور اگر وہ دونوں گرجا دیں تو خدا کے سوا انہیں کون روک سکتا ہے“ (فاطر ۱۴)

اور فرمایا۔

”آسمان کے زمین پر گر جانے سے خدا نے ہی روک رکھا ہے“

۱۰۔ کَلَّا فِي فَلَاكٍ لِّسَبْحُونَ

ان فلک میں تیرنے والے سیاروں کو اس رنگ میں اپنے وجود کے برحق ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے کہ ہر کوئی اپنے دائرہ میں محدود قفل ہے اور سند و لگانہ نظامِ نظامِ شمسی، نظامِ قمری اپنے اپنے حلقہ اور دائرہ میں خدا کے حکم سے مقرر کیے گئے ہیں۔ کوئی عہد دوسرے کے دائرہ عمل میں دخل نہیں ہوتا۔ باوجود اسکے کہ آسمان میں اس قدر ستارے ہیں جس قدر زمیں میں دیت کے تارے ہیں اسکے

باوجود سب اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ اپنے خالق کے مقرر کردہ راستوں اور جہتوں میں محو سفر ہیں۔ اور جو راستے، حلقے، دائرے، سمتیں اور اطراف ان کے لئے معین و مقرر کی گئی ہیں ان سے وہ باہر نہیں آتے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

”سورج ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ وہ چاند میں داخل انداز کی کسے اور نہ ہی رات دن سے آگے بڑھے گی۔ سب اپنے اپنے حلقہ میں سفر کرتے ہیں“ (یس ۴۰)

چونکہ یہاں دائروں میں گھومنے کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے کسی کا یہ بکتہ بھی عجیب نہیں ہے کہ ”فلک“ کی نفلت، کو اگر انکار کے پڑھا جائے تو ”فلک“ کی نفلت ہی بنتا ہے۔ مگر ہمارا مقصد بیان کرنے سے صرف یہ ہے کہ تا دہرے طلق اور راحہ و لیلا نہ ہوتی تھیں اپنی قدرت سے ہی ان کو ایسی سمتیں بخشی ہیں کہ خلل اندازی کا امکان نہیں ہے۔ اور ان سب کی باگ ڈور اور اس نظامِ کمال کے ہاتھ میں ہے۔

۱۱۔ نظامِ کائنات میں جو تعادلات اور فطوریات کا نہ ہونا جب سے کائنات وجود میں آئی ہے ایسے ہی طلوع و غروب، ظہور و زوال اور نجوم کا نظام چلا آ رہا ہے اس حسنِ نظام اور پروگرام کی خصوصیت اور ترتیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے لئے گواہ بنا یا ہے اور فرمایا ہے کہ صدیوں سے یہ نظام ایک ہی رنگ میں قائم ہے ان کی ہم رنگی اور ان کا قیام اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کا کوئی خالق ہے۔ ان کا کوئی مالک ہے ان کو چلانے والی ایک ہستی ہے۔ اور لاکھ نظر دور اس نظام میں کوئی جھول کوئی طراپی کوئی کمی کوئی نقص نظر نہیں آئے گا۔ وہ فرماتا ہے۔

”مجھے کبھی بھی وحش کی سپرد کردہ طاقتوں میں کوئی تعادلات نظر نہ آ سکا تو ذرا غور سے اپنی نظر کو دور کیا مجھے اس میں کوئی کمی یا زیادتی نظر آتی ہے سچر بار دگر اپنی نظر کو پھیر کر دیکھ تیری نظر تنگ کر بترے پاس لوٹ آئے گی“

(الملک - ۴)

اخبار احمدیہ

• سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور بدستور خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔ احباب سلسلہ حضرت کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعا میں جاری رکھیں۔

• باہتمام المذہب پر نثر زادہ بازار سے چھپوا کر پبلشرز مہار احمد صاحب نے دفتر پیغام احمدیہ بلائیس وائس سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

سہ ماہی روزہ پیغام صلح لاہور پندرہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۸۴ء، جلد ۱۱، شمارہ ۱۱